28

مقامِ قرب چاہتے ہو یا ملازمت

(فرمودہ ۱۱ر نومبر ۱۹۲۱ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

دنیا میں بہت بڑی نعمتوں میں سے ایک دیانت داری بھی ہے۔ ایک کروڑ پتی بددیانت وہ عزت نہیں حاصل کر سکتا جو ایک فاقہ مرنے والا دیانت دار حاصل کر سکتا ہے۔ عزت قلب سے تعلق رکھتی ہے۔ اور منہ کی تعریفیں عزت بڑھانے میں مد نہیں ہوتیں۔ منہ کسی کی کتنی ہی تعریف کرے۔ مگر دل خالی ہو۔ یا ممدوح کے پیٹھ پھیرتے ہی اور باتوں میں مشغول ہو جائے۔ تو اس سے ممدوح معزز نہیں بنتا۔ اگر کسی کی منہ سے تعریف کرنے والے دس ہزار ہوں مگر ان کے دل میں اس شخص کے لئے عزت نہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک اور شخص ہے جس کی تعریف کرنے والا صرف ایک ہے اور وہ دل سے کرتا ہے تو وہ شخص معزز نہیں جس کی منہ سے تعریف کرنے والے دس ہزار ہیں۔ اور یہ شخص معزز ہے جس کی تعریف کرنے والا ایک ہی ہے مگر دل سے کرتا ہے۔ مقدم الذکر کی عزت نقلی ہے اور موخرالذکر کی اصلی۔ کیونکہ منہ سے دس ہزار تعریفیں کرنے والے موقعہ پر کام نہیں آئیں گے۔ اور دل سے عزت کرنے والا ایک شخص موقعہ پر کام آئے گا۔ اور اپنے ممدوح کے لئے جان دے دے گا۔ اور سچا دوست وہی ہے جو موقع پر کام آوے۔

مثل مشہور ہے کہ کوئی امیر تھا اس کے پاس بہت سے امراء آتے تھے۔ لیکن اس کی توجہ زیادہ تر ایک غریب پر تھی جو اس سے ملنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ امیر کی بیوی اس کو ملامت کیا کرتی تھی کہ تم جس سے زیادہ محبت سے ملتے ہو وہ ایک ذلیل آدمی ہے۔ امیر ہمیشہ ٹالتا رہتا تھا اور صرف یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ اس میں بھی ایک حکمت ہے۔ آخر جب اس کی بیوی کا اصرار بہت بڑھا تو اس نے کہا چلو میں تمہیں دکھاؤں۔ بیوی کو ساتھ لیا اور دونوں میاں بیوی نے غریبانہ لباس پہنا۔ اور بیوی کو ایک بوسیدہ چادر اوڑھا کر پہلے اپنے امیر دوستوں میں سے سب سے بڑے کے گھر گیا اور دروازے پر جا کر اطلاع کرائی کہ مجھے سخت نقصان پہنچا ہے۔ آپ سے ملنے کی ضرورت ہے۔ امیر دوست نے

کہلا بھیجا کہ کہدو کہ میں تو آپ سے واقف نہیں۔ دوسرے کے ہاں گیا۔ اس نے بھی اندر سے کہلا بھیجا کہ وہ گھر نہیں۔ اسی طرح سب امیر دوستوں میں سے کسی نے کوئی عذر کیا کسی نے کوئی۔ اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ ان امیر دوستوں کو دیکھ لیا۔ اب اس غریب کے پاس چل کر دیکھ۔ بیوی نے کہا کہ جب امیروں کی یہ حالت ہے تو اس غریب کی ان سے بدتر ہوگی۔ خاوند نے کہا کہ چلو تو سہی۔ آخر اس غریب کے گھر پہنچے۔ دروازے پر دستک دی وہ اندر سے آیا۔ کواڑ کھولتے ہی جب اس نے میاں بیوی کو اس حال میں کھڑے دیکھا تو فوراً اندر واپس چلا گیا۔ بیوی نے کہا لو اس شخص کو بھی دیکھ لیا یہ بھی ویسا ہی ہے۔ امیر نے جوابدیا ابھی صبر کرو۔ دیکھو ہوتا کیا ہے۔ اگر یہ بھی ویسا ہی نکلا تو ہمارا کوئی حرج نہیں۔ اور اگر ان کے خلاف ہوا تو ظاہر ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر میں وہ شخص گھر سے نکلا۔ وردی اس نے پہنی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ میں تلوار تھی اور دوسرے میں ایک تھیلی روپوں سے پُر تھی امیر کے سامنے آیا اور کہا کہ اگر تمہیں مالی نقصان پہنچا ہے تو یہ میری ساری عمر کا اندوختہ ہے اس کو اپنا سمجھو اور اگر کسی شخص نے تم پر ظلم کیا ہے اور اس طرح تمہارے مال کو نقصان پہنچایا ہے تو یہ میری تلوار ہے میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اور اس ظلم کا بدلہ لیتا ہوں اس وقت اس امیر نے اپنی بیوی کو کہا کہ دیکھ یہ باعث ہے میرے اس شخص کو زیادہ عزیز رکھنے کا۔ کیا اس غریب کی محبت اور اخلاص عزت بڑھانے والا تھا یا گھٹانے والا تو سچے دوست کی عزت دل سے ہوتی ہے۔ جو شخص بناوٹ سے عزت کرتا ہے۔ وہ عزت حقیقی نہیں ہوتی۔ جو عزت ایک دیانتدار غریب شخص کی ہوتی ہے۔ وہ ایک بددیانت امیر کی نہیں ہوتی۔

دیانت دار شخص کی عزت تو دشمن بھی کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت صاحب کے مخالف بھی آپ کی عزت کرتے تھے اور آپ پر بھروسہ کرتے تھے۔ جائداد کے مقدمات میں مخالفوں نے آپ کے فیصلہ کو تسلیم کیا۔ اور رشتہ دار آمادہ اس لئے نہ ہوتے تھے کہ آپ سچ کہیں گے اور جائداد جاتی رہی گی۔ چنانچہ دعویٰ سے قبل اسی قسم کے فیصلے جب مخالفوں نے آپ پر منحصر کئے تو آپ نے صاف صاف بات کہہ دی۔ اور اس طرح جائداد مقبوضہ کا ایک حصہ آپ کے خاندان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ تو میں نے بتایا ہے کہ دیانتدار شخص کی عزت اس کا دشمن بھی کرتا ہے۔ اگر کوئی حقیقی عزت کا طالب ہے تو اس کو چاہیے کہ دیانت کو اختیار کرے۔ یہی نکتہ ہے جس پر میری تمام سیاسی تجاویز کی بنیاد ہوتی ہے۔ میں لوگوں کو کہتا ہوں کہ گورنمنٹ سے دیانت سے معاملہ کرو۔ اگر گورنمنٹ واقعی ایسی بری ہو تو دیانتداری سے اس کو بتا دینا چاہیئے۔ مگر میری یہ نصیحت سیاست تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ہر ایک شخص کو یہی کہتا ہوں اور اپنی جماعت کے لوگوں کو بھی یہی کہتا ہوں کہ وہ دیانتداری سے اعمال بجالائیں۔ وہ دیکھیں کہ ان کے اعمال میں دیانت کہاں تک ہے۔ اگر ایک

شخص کے نزدیک ایک بات غلط ہے تو وہ دیانتداری سے کہدے کہ میں اس کو غلط سمجھتا ہوں۔ یہ بات جدا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو زیادہ دانا سمجھ کر اس کے پیچھے چل پڑے اور کہے کہ گو میں اس بات کو نہیں سمجھا مگر چونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ دانا شخص ہے اس لئے میں اپنی رائے کو اس شخص کی رائے پر قربان کرتا ہوں لیکن اگر کوئی شخص ایک بات کو غلط سمجھ کر اور اس کی غلطی پر مصر ہونے کے باوجود پھر ظاہر میں تو اس کے مطابق کام کرتا ہے۔ مگر باطن میں اس کا مخالف رہتا ہے اور موقع کا متلاشی رہتا ہے تو اس کا یہ فعل ناواجب اور دیانت کے خلاف ہے۔ جب تک تم میں یہ بات پیدا نہ ہو کہ تم خواہ سیاسی معاملات ہوں یا دینی یا تمدنی یا کوئی اور ان میں دیانت کے پہلو کو مدنظر رکھو۔ تم مستحق عزت نہیں ہوگے۔ نہ انسانوں کی نظر میں نہ خدا کی نظر میں۔ دیانت تو دیانت اگر دیانت کی شکل بھی اختیار کی جائے تو انسان کی ایک عزت قائم ہو جاتی ہے۔ مثلاً مسٹر گاندھی ہیں۔ میرے نزدیک اس وقت ان کے سب کے سب افعال دیانت دارانہ نہیں۔ پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ ان کا ہر ایک فعل دیانت داری سے ہے مگر اب اس قسم کے واقعات پیدا ہوئے ہیں۔ جن کے باعث میں نے اپنے رائے کو بدل لیا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ مسٹر گاندھی کے رویہ میں صاف ہندو مسلم سوال کام کر رہا ہے۔ اور وہ درحقیقت ہندوؤں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں سے ان کو کوئی سچی ہمدردی نہیں۔ چنانچہ ابھی جو سول نافرمانی کا ریزولیوشن پاس ہوا ہے۔ اس میں شرائط اس قسم کے رکھے گئے ہیں جن کی وجہ سے بالعموم مسلمان ہی اس فیصلہ پر اول کاربند ہونے والوں میں سے ہوں گے۔ اور اس کا برا نتیجہ بھی زیادہ تر انہی کو بھگتنا پڑے گا۔ ایک شرط یہ ہے کہ جو لوگ سول نافرمانی کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ چھوت چھات ترک کر دیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں نے تو جیسا کہ ہزاروں سال سے تجربہ ہو چکا ہے اس امر کو چھوڑنا نہیں اور اس طرح اس کام کے وہ مجاز بھی نہ ہوں گے پس مسلمانوں پر ہی بالعموم (مستثنیات کو علیحدہ کر کے) اس کا بار پڑے گا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ سب سے پہلے جو قوم توپ کے منہ کے آگے رکھی جائے گی وہ مسلمان قوم ہوگی۔ اسی طرح محمد علی' شوکت علی صاحبان کے معاملہ میں ان کی قید کے بعد جو رویہ مسٹر گاندھی نے اختیار کیا ہے وہ ان کی بہت بڑی ہمدردی کا پتہ نہیں دیتا۔ ان تمام باتوں کے باوجود مسٹر گاندھی کے اعمال کی ظاہری شکل دیانت دارانہ ہے۔ اس لئے گورنمنٹ بھی یہی سمجھتی ہے اور انگریزی اخبار بھی۔ گورنمنٹ اور انگریزی اخبار محمد علی شوکت علی کے ہر فعل کو شرارت سمجھتے ہیں۔ اور مسٹر گاندھی کو دھوکہ خوردہ۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر انسان کے اکثر اعمال دیانت داری پر مبنی ہوں اور وہ اپنی وضع دیانتدارانہ رکھے تو بھی وہ عزت حاصل کر لیتا ہے۔ اس نصیحت کے بعد ایک امر کے متعلق خاص نصیحت کرتا ہوں۔

جس طرح رعایا کا گورنمنٹ سے ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ اسی رنگ میں مذہبی سلسلوں میں بھی ہے جو لوگ ایک ملک میں رہتے ہیں۔ وہاں کی قائم شدہ گورنمنٹ سے انکا ایک معاہدہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس معاہدہ پر دستخط بھی ہوں۔ بلکہ ہر ایک عقل مند اپنے آپ کو ایک معاہدہ کا پابند خیال کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ مذہبی سلسلوں کو قبول کرتے ہیں۔ ان کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ یہ اس سلسلہ کے احکام کے پابند اور اس انتظام کے ماتحت ہیں۔ جو سلسلہ کے منتظموں یا منتظم نے قائم کیا ہے۔ جس طرح دنیاوی گورنمنٹوں کے ماتحت رہنے والوں کے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ اس کے احکام کے پابند رہیں گے۔ اسی طرح مذہبی سلسلوں میں داخل ہونے والوں کے متعلق بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ پابندی کریں گے۔ اگر کوئی شخص اس انتظام کی پابندی نہ کر سکتا ہو تو دیانت داری چاہتی ہے کہ وہ کہہ دے کہ میں پابندی نہیں کر سکتا۔ اور اگر کر سکتا ہے تو کرے۔ اب میں بتاتا ہوں کہ ہمارا بھی ایک روحانی سلسلہ اور ایک انتظام ہے۔ جس کی غرض یہ ہے کہ اسلام کی ترقی اور اشاعت ہو۔ اور ہماری آئندہ نسلوں میں دین کی محبت اور دین کا جوش اور دین کے لئے خلوص پیدا ہو۔ اور تمام ارواح خداتعالیٰ کے مقدس دین کے جھنڈے کے نیچے آجائیں۔ اور دشمنوں کو بھی آمادہ کریں۔ کہ وہ اس حق کو قبول کریں۔ اور اسلام کی منتشر طاقتوں کو ایک اتحاد کی رسی کے اندر باندھ دیں۔

یہ غرض ہے جس کے لئے یہ سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ جو شخص اس سلسلہ میں داخل ہوتا ہے۔ اس کا ایک معاہدہ ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ان شرائط کا پابند رہے گا۔ جو اس انتظام کے ذمہ دار قائم کریں۔ جسطرح دنیاوی بادشاہ اور رعایا کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح منتظموں کے خیالات کی پابندی مسلکین سلسلہ کے لئے لازم ہے۔ اگر ان کو وہ طریق جو منتظمین پیش کرتے ہیں۔ ناپسند ہو اور وہ اس کے مخالف ہوں اور دل میں اس کی خرابی کو محسوس کرتے ہوں۔ تو دیانت کے خلاف ہو گا کہ یہ ظاہری طور پر اس کی پابندی کریں اور دل سے اس کی تباہی کے منصوبے سوچیں یا ایسا رویہ اختیار کریں جس سے وہ کام خراب ہو جائے۔

اب میں بتاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ مجھ سے پہلے جو تھے۔ ان کے کیا خیالات تھے میں اس بارے میں بحث نہ کروں گا۔ اور جو آئندہ ہوں گے نہ ان کے بارے میں۔ بلکہ میں کھول کر بتاتا ہوں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ تاکہ جو ہم سے ملکر کام نہ کر سکیں وہ صاف کہہ دیں کہ ہم متفق نہیں۔ اور اگر وہ متفق ہوں تو بھی بتادیں اگر وہ نہ کر سکیں گے تو وہ کہدیں اور دیانت داری چاہتی ہے کہ کہدیں کہ ہم مل کر کام نہیں کر سکتے۔ اس وقت ہم کہہ دیں گے **هذا فراق بيني وبينكم** (الکھف ۷۹) تمہارا راستہ وہ ہے اور ہمارا یہ ہے۔

سنو ہر ایک شخص جو قادیان آتا ہے اور اس کے سپرد سلسلہ کا کوئی کام کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ بڑی تنخواہ پاتا ہو یا چھوٹی خواہ اس کو الاؤنس ملتا ہو یا کچھ اور ان میں سے ہر ایک کو میں بتاتا ہوں کہ جس قسم کے آدمی ہم چاہتے ہیں ان کی کیا شرائط ہیں۔ جو شخص ان شرائط کو سنکر محسوس کرے کہ وہ ان کی پابندی نہیں کر سکتا۔ وہ صاف صاف کہدے۔

وہ شرائط کیا ہیں؟ میں نے اپنے نفس پر غور کیا اور ان کے نفس پر بھی غور کیا ہے۔ جو مجھ سے پہلے تھے اگرچہ میں ان کی خواہشات پر بحث نہ کروں گا۔ ہاں اگر ضمنی طور پر ان کا ذکر آجائے۔ تو خیر۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہم نوکروں سے مل کر کام نہیں کر سکتے۔ حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ میں نوکر نہیں رکھ سکتا۔ یہ طریق صحیح ہے یا غلط یہ بحث الگ ہے۔ مگر میں جو کام لینے والا ہوں۔ آپ لوگوں کو کھول کر سناتا ہوں۔ کہ میرے نزدیک نوکروں سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ مجھے اسلام میں اسلام کا کام کرنے کے لئے نوکروں کا پتہ نہیں ملتا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اسلام کی خدمت نوکروں کے ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ اور وہ شخص جو کسی مقرر رقم کی خاطر خدمت اسلام کرتا ہے۔ اس کی خدمات پر ترقی اسلام کی بنیاد رکھنا لغو ہے۔ خدا کے جلال کا اظہار ایسے شخص کے کام پر رکھنا جس کے نزدیک روپیہ نہیں تو کچھ نہیں بالکل عبث ہے۔ روپیہ کا رشتہ سب سے کمزور رشتہ ہے۔ اور خدا کے جلال کا رشتہ بہت ہی بڑا اور اہم رشتہ ہے میں کبھی پسند نہیں کروں گا کہ میرے بچوں کی تربیت نوکروں کے ذمے ہو۔ میں کبھی نہیں چاہتا کہ میرے آرام کی اشیاء کی کنجی نوکر کے پاس ہو۔ بلکہ میں اپنے بچوں کی تربیت اور اپنے آرام کی چیزیں اگر کسی کے سپرد کروں گا تو اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ اور قریب سے قریب کے رشتہ داروں میں سے ایک کے ذمہ کروں گا۔ یعنی اپنی بیوی کے سپرد بچوں کی تربیت کروں گا۔ اور میری آرام دہ اشیاء بھی اسی کے قبضہ میں ہوں گی۔ جسطرح میری ذات کے متعلق ہر ذمہ واری کا کام نوکر کے سپرد نہیں بلکہ بیوی کے سپرد ہو گا۔ اسی طرح بیوی کبھی پسند نہ کرے گی کہ اس کے آرام کا سوال نوکروں کے سپرد ہو۔ بلکہ وہ اپنے آرام کا انتظام میرے سپرد کرے گی۔

پس جب ہم اپنے گھر کی کوئی قیمتی چیز نوکروں کے سپرد نہیں کر سکتے تو خدا اور اس کے رسول کے تعلق کو کیسے نوکروں کے سپرد کر دیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح نے کہا ہے۔ کہ میں موتی کتوں اور سوروں کے آگے نہیں ڈال سکتا۔ا اسی طرح خدا کے تعلق کی ایسی قیمتی چیز ملازموں کے سپرد نہیں کی جا سکتی۔ نوکر خواہ ہزاروں کا ہو یا چند روپیہ کا۔ تاہم نوکر ہے۔ اس لئے ذاتی آرام کا کام اس کے سپرد نہیں کیا جا سکتا اسی طرح دین کا کام بھی قطعاً" قطعاً" نوکر کے سپرد نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ سلسلہ دینی ہے اور ضرور دینی ہے۔ اگر اسلام اڑ گیا تھا۔ اور اس کو حضرت مرزا صاحب

ثریا سے اتار کر لائے ہیں۔ تو اس کا کام اور اس کی خدمت اور حفاظت کا کام نوکروں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کیا جائے تو جرم ہو گا۔ سنو اور غور کرو۔ میں اس وقت کوئی ایسی زبان نہیں بول رہا۔ جس کو تم نہ سمجھ سکو۔ نہ میں ایسی عبارت میں باتیں کر رہا ہوں جو تمہارے فہم سے بالا ہو۔ مجھ میں جس قدر اظہار مدعا کی قابلیت ہے۔ اس کے مطابق میں صاف صاف بغیر کسی الجھاؤ کے کہتا ہوں کہ خدمت دین ایک ایسا خزانہ ہے۔ جس کو میں نوکروں کے سپرد کرنا خلاف تجربہ اور خلاف عقل سمجھتا ہوں۔ نوکری کا رشتہ نہایت ادنیٰ اور بہت ہی کمزور رشتہ ہے۔ اور یہ کام ان کے سپرد نہیں کر سکتا جن کا میرے ساتھ اتنا کمزور رشتہ ہو۔ بلکہ اس کام کے لئے ان لوگوں کی ضرورت ہے۔ جو عربی میں اصحاب کہلاتے ہیں یا جن کو پرانے زمانے میں حواری بھی کہتے تھے۔ خدمت دین کا کام ملازموں کے سپرد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اصحاب کے سپرد ہو سکتا ہے۔ صحابی وہ ہے جو صرف صحبت چاہتا ہے۔ وہ کوئی مقررہ رقم نہیں مانگتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جو لوگ تھے اور جنہوں نے خدمت دین کی وہ مال کے لئے آپ کے پاس نہ آئے تھے ان میں سے وہ لوگ جو مرتے ہوئے دولت پیچھے چھوڑ گئے وہ اس دولت کے لئے نہ آئے تھے۔ نہ بادشاہت ان کا مقصد تھا۔ نہ گورنریاں۔ یہ دولت اور رتبے جو ان کو ملے محض بطور تحفہ تھے نہ کہ بطور بدلہ کے۔ وہ لوگ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت چاہتے تھے۔ وہ اصحاب تھے۔ ملازم نہ تھے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک کام کرنے کو تیار رہتے تھے جس کو ملازم نہیں کر سکتا۔ بادشاہ کا پاخانہ بھی اگر ہو تو اس کو اٹھاتے ہوئے بھنگی تک ایک نفرت محسوس کرتا ہے۔ مگر ان لوگوں کو موقع پڑے تو اس کے اٹھانے میں بھی کراہت نہ تھی۔ نہ صرف کراہت نہ تھی بلکہ فخر سمجھتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مکہ والوں نے اپنے میں سے ایک امیر کو شرائط صلح کے تصفیہ کے لئے بھیجا۔ وہ آیا اور اس نے کہا کہ کیا تم ان لوگوں پر جو تمہارے گرد جمع ہیں بھروسہ کرتے ہو وقت پر یہ تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے بھروسہ بھائیوں پر ہوتا ہے۔ کیا تم ان کی خاطر بھائیوں سے بگاڑتے ہو۔ اس نے تو یہ کہا۔ مگر ان لوگوں کی جو اصحاب تھے ملازم نہ تھے۔ کیا حالت تھی۔ یہ کہ آنحضرت کے تھوک کو زمین پر نہ گرنے دیتے تھے۔ بلکہ ہاتھوں پر لیتے اور جسم پر مل لیتے تھے۔ اور وضو کے پانی کا ایک قطرہ تک زمین پر نہ جانے دیتے۔ ہر ایک اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور ایسی حالت تھی کہ قریب تھا کہ اس کشمکش میں ان میں تلوار چل جائے۔ وہ واپس گیا اور جا کر کہا کہ میں نے قیصرو کسریٰ کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر ان کے درباری بھی اتنے جاں نثار نہ تھے جتنے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ہیں۔

یہ کیا بات تھی؟ یہی کہ قیصرو کسریٰ کے دربار میں ملازم تھے۔ اور آنحضرت کے ساتھ اصحاب

تھے ملازم نہ تھے۔

وہ رسول کریمؐ کے گرد کسی معاوضہ کے لئے جمع نہ تھے۔ بلکہ آپ کی صحبت کے لئے تھے۔ اس لئے وہ اس بات کی پرواہ نہ کرتے تھے کہ ان کو کچھ ملتا ہے یا نہیں۔ پس جب تک یہ خصوصیت نہ ہو۔ اور اس بنیاد پر کام نہ ہو۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔

اس لئے میں کھول کر بتاتا ہوں کہ میرا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی چیز ہے جو دوبارہ واپس آئی ہے۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ ایک طرح نئی بھی کہلا سکتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ دوبارہ آسمان سے آئی ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق کہا گیا تھا **لو کان الایمان معلقا" بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس** ۳۔ اور نئی بھی نہیں اس لئے کہ اس کی شکل وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھی۔ پس جب یہ وہی چیز ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ اور صرف فرق یہ ہے کہ یہ آسمان پر چڑھ گئی تھی اور اس کی بازیابی کے لئے ایک مامور و مرسل مبعوث ہوا۔ اور پھر وہ ثریا سے واپس لائی گئی۔ تو پھر میری سخت غلطی ہوگی کہ میں اس کی حفاظت نوکروں کے سپرد کروں۔ جس طرح اس کی حفاظت پہلی آمد پر کی گئی اب بھی اس کی حفاظت اسی طرح پر ہو سکتی ہے۔

یہ کام جب میرے سپرد کیا گیا تو میں نے ان نوکروں کے سپرد کیا جن کو میں "اصحاب" سمجھتا تھا۔ میں نے یہ امانت' یہ کام صحابہ کی جماعت کے سپرد کیا۔ مگر بہتوں نے اپنے رتبہ کو نہ سمجھا۔ انہوں نے اصحاب بننا نہ چاہا بلکہ نوکر بننا چاہا۔ حالانکہ وہ شخص جو صحابیت پر نوکری کو ترجیح دے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ کہ ہم اس کو آسمان پر بٹھائیں۔ اور وہ گڑھے میں نیچے گرنا پسند کرے پس ابتدا سے دین کا کام صحابہ سے لیا جاتا رہا ہے۔ اور اب بھی اس کو صحابہ ہی کریں گے۔ جو شخص صحابی بنکر رہنا چاہتا ہے۔ وہ ہمارا بھائی ہے۔ اور جو روپیہ کے لئے یہاں رہنا چاہتا ہے۔ وہ سن لے کہ یہاں نوکروں کے لئے جگہ نہیں۔ کیونکہ ہم نوکروں سے کام لینا نہیں چاہتے۔ اس کو خواہ کوئی کسی نام سے یاد کرے اس کو ہماری غلطی کہے یا خود پسندی یا خوشامد پسندی کا نام دے۔ جیسا کہ ایک دشمن نے لکھا تھا کہ چونکہ مسیح موعود کے بیٹے ہیں۔ اس لئے صاجزادے بنتے ہیں اور خوشامد سے عادت خراب ہو گئی ہے۔ غرض خواہ کوئی کچھ بھی کہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں۔ اور صاف صاف کھلے لفظوں میں کہتا ہوں کہ ہم نوکر نہیں رکھ سکتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ہم خدا کے کام کے لئے نوکر رکھیں گے تو ہمیں خدا ہی کے حضور جواب دہی کرنی ہوگی۔ پس اس بات کو سامنے رکھ کر ہر ایک شخص فیصلہ کرلے کہ اگر وہ یہاں رہنا چاہتا ہے تو کس طرح آیا صحابی بن کر یا نوکر بن کر اگر صحابی بنکر رہنا ہے تو سو۔ پچاس کا سوال نہیں رہے گا۔ نہ اس کی یہ غرض ہوگی۔ ہم جو اس کو دیں گے وہ اس

کے اخراجات کے لئے ہوگا۔ جس کی کمی بیشی سے اس کو کوئی تعلق نہ ہوگا اور چاہے ہم اس کو کچھ بھی نہ دیں۔

اس کی مثال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی ہوگی جو ایک جنگ میں خالی ہاتھ رہے۔ اور وہ دشمن جن کے خلاف وہ تلوار لیکر گھر سے نکلے تھے اونٹوں کی قطاریں لے گئے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی نوکر ہوتے تو مجھے اسی خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ایک بھی اونٹ مکہ میں نہ جاتا۔ بلکہ سب ان کو ملتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دیانت دار اور کوئی نہیں۔ ایک منافق طبع نے اس وقت کہہ ہی دیا تھا کہ خون تو اب تک ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے اور مال مکہ والے لے گئے ہے۔ اور ایک دوسرے نے کہہ دیا کہ آپ کی تقسیم منصفانہ نہیں۔ جس کے جواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے وہ لوگ ہونگے جن کے منہ پر ایمان ہوگا مگر دل ایمان سے خالی ہونگے۔ ھ

پس خوب کان کھول کر سنو۔ کہ وہ جو دین کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے قادیان میں رہتے ہیں۔ اور جو ہمارے لئے یہاں آئے ہیں۔ اور انکی غرض خدا کے دین کی خدمت ہے۔ اور انکو یہ باتیں میسر ہیں۔ ان کے گذارہ کے لئے ہم جس قدر دے سکیں گے دیں گے۔ جس کو وہ شکر گذاری سے قبول کریں گے۔ اس روپیہ میں ان کی خواہش کو دخل نہ ہوگا۔ لیکن جو نوکری کے لئے یہاں آیا ہو وہ یہاں سے چلا جائے۔ کیونکہ ہم نوکر نہیں چاہتے۔ ہم ان کو چاہتے ہیں جو ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں ہم لازم چاہتے ہیں' ملازم نہیں چاہتے۔ جن کی غرض ملازمت نہیں۔ بلکہ جو دین کی خدمت کے لئے یہاں آئے ہیں اور صحابی بننا چاہتے ہیں وہ ہماری آنکھوں کا نور اور دل کی ٹھنڈک ہیں۔ صحابی تنخواہ نہیں چاہا کرتا۔ اور جو تنخواہ کے لئے آئے ہوں میں ان کو کہتا ہوں۔ خواہ وہ موسیٰ ہی ہوں کہ تمہارا راہ وہ ہے اور ہمارا یہ۔

اپنے دلوں کو ٹٹولو۔ جس طرح میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اسی طرح صفائی دیانتداری کو مدنظر رکھ کر کہدو کہ دونوں میں سے کیا چاہتے ہو۔ اگر تم روپیہ نہیں چاہتے۔ عزت تمہیں مطلوب نہیں۔ جاہ و حشم تمہاری غرض نہیں۔ صرف خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس کے خلیفہ کی صحبت اور معیت چاہتے ہو تو تم ہمارے بھائی ہو۔ اور دنیاوی بھائی سے بھی بڑھ کر پیارے ہو۔ لیکن اگر یہ نہیں کر سکتے۔ تو تم صاف صاف کہدو کہ **اذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون** (المائدۃ ۲۵) جس طرح یہ کہنے والے بیٹھے رہے۔ اور خدا اور خدا کے رسول نے موعود ملک کو فتح کیا۔ اسی طرح اگر تم میں ایسا کہنے والے پیدا ہو جائیں۔ اور وہ صاف کہدیں۔ تو میرا دل نہیں گھبرائے گا۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں۔ اگر سارے بھی یہ کہدیں اور ایک

بھی صحابی نہ رہے۔ تو بھی میرا دل نہیں گھبرائے گا۔ بلکہ وہ کام جو تمہارے ہوتے ہوئے اس حالت میں ہو رہا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں۔ جب تم نہیں رہو گے۔ اس سے بہت جلد مجھ اکیلے سے خدا کرا لے گا۔ کیونکہ اب توکل پر انسانوں کے واسطے کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور پھر بے پردہ خدا آئے گا۔ اور اس کام کو انجام دے گا۔ پس تم اپنے دلوں کو ٹٹولو۔ اور دونوں صورتوں میں سے جس صورت کو تم پسند کرتے ہو اس کے متعلق صاف طور پر جس طرح میں نے بتا دیا ہے۔ تم مجھے بتادو۔

(الفضل ۲۱ر نومبر ۱۹۲۱ء)

۱۔ متی باب ۷

۲۔ بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد و المصالحۃ مع اھل الحرب

۳۔ بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ و اخرین منھم لما یلحقوا بھم

۴۔ بخاری کتاب مناقب الانصار

۵۔ بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعرج الملائکۃ والروح الیہ